نئے ہجری سال کا پیغام

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَاعَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ(الآیة)

آپ جب یہ سطور پڑھ رہے ہوں گے تو اسلامی ہجری سال ۱۴۳۷ ہجری رخصت ہوکر ۱۴۳۸ ہجری جلوہ آرا ہو چکا ہوگا...... **کل عامٍ وانتم بخیر!......اَللّٰھم انا نسئلک خیر ھٰذہ السنة الجدیدة،نورھا وبرکتھا،واعوذبک من شرورھا وعسرھاوخوفھاوھلکتھا.**

سن ہجری کا آغاز ایمان باللہ، ایمان بالرسالت،اور ایمان بالآخرۃ رکھنے والوں کے لیے جداگانہ شناخت اور اسلامی عصبیت کا مظہر ہے۔ایک بندۂ خدا اور منکر خدا میں فرق یہ ہے کہ منکرِ خدا اس طرح کے مواقع کو عیش وعشرت اور بے معنی خوشی کے شغل میں گزارتا ہے؛ جب کہ بندۂ خدا اِن مواقع کو اپنے معبود کے ساتھ رشتۂ عبدیت مضبوط بنانے اور اس کی رضا جوئی میں صرف کرتا ہے۔اسلامی سال کا ہجرت جیسے عظیم الشان واقعے سے آغاز اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس اُمت کے افراد میلوں ٹھیلوں،لہو ولعب اور جاہلی تہذیبوں کے دِل دادہ نہیں ہو سکتے۔انہیں ہمیشہ ہجرت جیسا واقعہ پیش نظر رکھنا چاہیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ نے محض دین حق کے تحفظ اور اس کی دعوت کی خاطر صعوبتیں کلفتیں اٹھاتے ہوئے اپنے محبوب شہر مکۃ المکرمہ کو چھوڑا اور مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنایا۔ہجرت غیر معمولی عمل تھا،حتیٰ کہ یہ عظیم الشان عمل حق اور باطل کے درمیان ’فرقان‘ اور خود اہل ایمان کے درمیان حفظ مراتب کا سنگ میل بن گیا۔قرآن مجید میں اس فرق کو......اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ کہہ کر واضح فرمایا گیا؛اور مہاجرین کی تعریف وتوصیف بیان کی گئی۔ان مہاجرین نے مکہ کو صرف اس لیے چھوڑا تھا کہ انہیں اُمید تھی کہ اللہ رب العزت کی عبادت کرنے میں حائل رکاوٹیں ختم ہوجائیں گی؛اور وہ ایک نئی بستی میں جا کر رب تعالیٰ کی بندگی اطمینان کے ساتھ بجالائیں گے۔

ooo

بلاشبہ مہینوں اور دنوں کا یہ ہیر پھیر، موسموں کی آمد و رفت اَللہ تعالیٰ کے مقررہ نظام کے مطابق اَزل سے چل رہا ہے اور جب تک اَللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی اسی انداز و اطوار سے چلتا رہے گا۔ اَللہ تعالیٰ نے یہ کارخانۂ قدرت بیکار و عبث پیدا نہیں فرمایا، اس میں اہل عقل و دانش کے لیے واضح نشانیاں ہیں:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَاب. (آل عمران)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے الٹ پھیر میں بڑی نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔''

اسی طرح انسان جو اس کائنات اَرضی کی سب سے بڑی حقیقت ہے اس کی پیدائش بھی یوں ہی نہیں ہوئی، نہ اسے بیکار و عبث پیدا کیا گیا ہے......

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثاً وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَاتُرْجَعُوْن. (المؤمنون)

''کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم لوٹ کر ہمارے پاس نہ آ ؤ گے؟!''

اس مقصد پیدائش کو بھی قرآن مجید میں بیان فرما دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن

''میں نے جن و اِنس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

یہ آسمان و زمین، یہ مخلوقات، یہ حیاتِ دُنیوی، انسانی زندگی...... ہمیشہ کے لیے نہیں، ان سب کو فنا کا سامنا کرنا ہے اور اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہو کر اس کارگاہِ حیات میں انجام دیے گئے ہر ہر عمل کا جواب بھی دینا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعاً، وَعْدَاللّٰہِ حَقًّا (یونس)

''اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے، یہ اللہ کا ٹھیک ٹھیک وعدہ ہے۔''

اب جب کہ ہم نے گزشتہ ہجری سال کو الوداع کہہ دیا ہے اور نئے سال کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں تو لازم ہے کہ کچھ دیر ٹھہر کر اپنی ذات اور اپنی زندگی کے گزشتہ ایام کا محاسبہ کریں۔ تیزی سے گزرتے لیل و نہار اور شمس و قمر کے طلوع و غروب میں غور و فکر کریں۔ جانیں کہ زندگی کے ایام تیزی کے ساتھ گزرتے چلے جا رہے ہیں، کل ایک آدمی بچہ تھا، پھر جوان ہوا اور اب اسے بڑھاپے نے آلیا ہے، ہر نئے دن کتنے ہی لوگ پشتِ زمین سے تہِ زمین چلے جاتے ہیں...... اس میں کسی امیر و غریب اور چھوٹے بڑے کا کوئی فرق و امتیاز نہیں...... بلاشبہ یہ تمام نشانیاں اس بات کا پتا دیتی ہیں کہ یہ دنیا فانی اور یہ زندگی نہایت مختصر ہے......

عمر رواں کی تیزی کا بیاں کیا
اِک برق کوند کر اِدھر آئی اُدھر گئی

ہمارا دین حیاۃ دنیوی کی اسی بے ثباتی کوانسان کے سامنے رکھتا ہے، وہ قدم قدم پرنشان دِہی کرتا اور اِسے بتاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کی زندگی نہیں، یہاں قیام ہمیشہ کے لیے نہیں، یہ راہ گذر ہے، اصل مقام وقیام آخرت میں ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَان لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْن. (عنکبوت۔۶۴)

''یہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا ہے اور آخرت کی زندگی ہی جاودانی زندگی ہے اگر وہ جانیں۔''

دنیا کی اسی بے ثباتی اور آخرت کے دوام کو واضح کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَالي وللدنيا ؟ماانا في الدنياالا كراكب استظل شجرةً،ثم راح وتركها

''مجھے دنیا سے کیا تعلق اور کیا لینا دینا؟! میرا تعلق دنیا سے بس اتنا ہے کہ کوئی مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لیے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا اور پھر اس جگہ کو چھوڑ کر چل دیا'' (رواہ ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھے پکڑ کر مجھ سے ارشاد فرمایا: ''دنیا میں ایسے رہو جیسے تم اجنبی ہو یا راہ چلتے مسافر!'' (رواہ البخاری)

اجنبی اور مسافر راستے کی رنگینیوں میں کھو نہیں جایا کرتے، بس اتنا ہی نفع اٹھاتے ہیں جو منزل تک پہنچنے میں مدد دے، کوشش یہی ہو کہ گاڑی چھوٹنے سے قبل وہ ضروری اُمور انجام دے لیے جائیں جو منزل پر پہنچ کر کام دیں، مومن تو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اس دنیوی زندگی میں قیام کا اور یہاں کے گزرے لمحات کا مواخذہ ہونا ہے۔ اسے دِل کی گہرائیوں سے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے:

فَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيراً يَّرَهُ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَّرَه۔ (زلزال)

''جو شخص ذرّہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو دیکھے گا۔'' ......یعنی بدلہ پالے گا۔

چنانچہ عقل مند شخص وہی ہے جو اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لیے اچھا ذخیرہ کرلے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الكيّس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت.

''عقل مند وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا۔''

(باقی: صفحہ نمبر ۵۹)